OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 9-18

خواتین صوفیہ کرام: شہزادہ محمد داراشکوہ کی نظر میں

Female Sufi Saints in View of Prince Muhammad Dara Shikoh

Dr. Muhammad Mushtaq Tajarwi

Jamia Miliya Islamia, New Dehli

Abstract

Since the beginning of consciousness, human beings, both female and male, have walked the path of reunion with the Source of Being. Though in this world of duality we may find ourselves in different forms, ultimately there is no male or female, only being. Within the Sufi traditions, the recognition of this truth has encouraged the spiritual maturation of women in a way that has not always been possible in the West. Dara Shikoh is the owner of a unique personality in many ways in the Mughal family. Especially in knowledge and grace, manners and Sufism, and authorship and compilation, there is no other equal to him in the entire Mughal dynasty except Sultan Zahiruddin Muhammad Babar. Darashikoh was a great personality of his time. His importance was not only for his own time, but he remained an example for every era and he was always remembered as an intellectual, researcher, versatile personality and writer prince. He wrote a book called Safinat Awaliya. This book also has historical importance and it has a great place in Sufism. Apart from this, he has many important books. Apart from being a good prose writer, he was also a good poet. He also has a permanent Diwan. His poetry is also a complete interpretation of Sufism. His book on the biographies of the Sufis is Safinat al-Awaliya. This book is actually the basis of all his works. Dara Shikoh wrote it when He was only twenty-five years old and this was his first canonical work. Dara Shikoh reached many destinations in his journey. Sophia's biographies and her other works such as Hasnat al-Arifeen and Majma Al-Bahreen are just a few of her expressions.

Keywords: Darashikoh, Sultan Zahiruddin Muhammad Babar, Safinat al-Awaliya, biographies, Sufism.

دارا شکوہ مغلیہ خاندان میں کئی اعتبار سے منفرد شخصیت کے مالک ہیں۔ خاص طور پر علم و فضل، سلوک و تصوف اور تصنیف و تالیف میں پورے مغل خاندان میں سلطان ظہیر الدین محمد بابر کے علاوہ کوئی دوسرا ان کا ہم سر نہیں ہے۔

داراشکوہ اپنے وقت کی ایک عظیم ہستی تھے۔ان کی اہمیت صرف ان کے اپنے دور کے لیے نہیں تھی، بلکہ وہ ہر دور کے لیے ایک مثال رہے اور وہ ہمیشہ ایک دانشور، محقق، وسیع المشرب شخصیت اور مصنف شہزادے کے طور پر یاد کیے جائیں گے۔ انھوں نے کئی تحقیقی کتابیں تصنیف کیں اور ان کے اکثر تصنیفی کام پائیدار اہمیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب سفینۃ الاولیا کے نام سے لکھی۔ اس کتاب کی تاریخی اہمیت بھی ہے اور تصوف میں بھی اس کا بڑا مقام ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کی کئی اہم کتابیں ہیں۔ وہ اچھے نثر نگار ہونے کے علاوہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کا ایک مستقل دیوان بھی موجود ہے۔ ان کی شاعری بھی پوری طرح تصوف کی ترجمانی ہے۔ ان کے دیوان میں ان کی فکر رسا کے دریچے وا ہوتے ہیں اور سلوک و شہود کی پرتوں کی کشود ہوتی ہے۔

شہزادہ محمد داراشکوہ کو پنجاب کے مشہور صوفی اور درویش حضرت میاں میر قادری سے بڑی عقیدت تھی۔ حضرت میاں میر کی وفات کے داراشکوہ نے حضرت کے سلسلے یعنی قادریہ سلسلے میں ہی بیعت کرلی۔ ان کو حضرت میاں میر قادری اور ان کے ذریعے پنجاب سے ایسی عقیدت ہوئی کہ انھوں نے کافی وقت لاہور میں بسر کیا، انھوں نے شہر لاہور کو بڑی ترقی اور حضرت میاں کے احوال و تعلیمات پر سکینۃ الاولیا کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی۔ داراشکوہ نے پنجاب اور لاہور کی تعریف میں شعر بھی کہے۔ ان کے ایسے ہی چند اشعار حسب ذیل ہیں:

بود آباد دائم شہر لاہور وبا و قحط ازیں جا دور دارد

(یعنی شہر لاہور ہمیشہ آباد رہے اور اللہ تعالی وبا اور قحط کو اس شہر سے ہمیشہ دور رکھے۔)

اسی عقیدت کے زیر اثر پورے پنجاب سے عقیدت ہو گئی۔ چناں چہ پنجاب کے بارے میں کہا ہے کہ:

عشق پنجابم نمودہ بے قرار زاں کہ نقش دوست در پنجاب ہست
کعبہ من حضرت لاہور دان سجدۂ من سوئے آں محراب ہست

قادری را کعبہ داراپور شد کاندراں بسیار فتح باب ہست

پنجاب کے عشق نے مجھ کو بے قرار کر دیا ہے، اس لیے کہ دوست کا عکس و نقش پنجاب میں ہے۔

میرا کعبہ تو لاہور شریف کو سمجھ میرا سجدہ اسی کی محراب کی طرف ہوتا ہے۔

داراپور (حضرت میاں میر کا وطن) ہی قادری کے لیے کعبہ ہے، اسی کے اندر ہی خیر کے دروازوں کی کشاد ہے۔)

صوفیہ کے علاوہ دار شکوہ کو ہندو سنیاسیوں اور جوگیوں بھی بڑی عقیدت تھی۔ ایک بڑے سنیاسی اور جوگی بابالال بیراگی کے ساتھ داراشکوہ کا مکالمہ ہوا تھا یہ بھی کتابی شکل میں دستیاب ہے۔ اس مکالمہ میں انسانی فطرت کے اسرار اور نفس و شیطان کے دام تزویری کے غیر محسوس حجابات کھل کر سامنے آتے ہیں۔

داراشکوہ نے سرِ اکبر کے نام سے ۵۲ اپنشدوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جو عالم گیر شہرت کا حامل ہے، بلکہ ہندو مذہب کے وسیع مطالعے کی بنیاد اسی کتاب سے پڑی۔ اسی طرح انھوں مجمع البحرین کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی تھی اس میں انھوں نے تصوف اور ویدانت کے درمیان مشترکہ تعلیمات کو یکجا کیا ہے اور دونوں کے درمیاں نقطۂ اتحاد تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

صوفیہ کرام کی سوانح حیات پر ان کی کتاب سفینۃ الاولیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ان کے تمام کاموں کی بنیاد ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے متعلق انھوں نے لکھا ہے کہ ان کو یعنی داراشکوہ کو چند خواب نظر آئے تھے جن سے ان کے اندر روحانیت کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا اور اِس تلاش میں انھوں نے صوفیہ کے حالات پڑھے، مزاروں پر گئے اور اپنے دل کی دنیا میں ڈوب کر تصوف کی روح اور روحانیت کے جوہر کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ داراشکوہ اس لاہوتی دنیا کی تلاش میں خود تو مستغرق ہوئے، ساتھ ہی انھوں نے اس تلاش میں دوسروں کو بھی شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اِسی لیے انھوں نے یہ کتاب یعنی سفینۃ الاولیا لکھی۔ سفینۃ الاولیا داراشکوہ نے اس وقت لکھی تھی جب ان کی عمر صرف پچیس سال تھی اور یہ ان کی پہلی باضابطہ تصنیف تھی۔ سفینۃ الاولیاء ایک طرح سے داراشکوہ کے سفر سلوک کی ایک منزل ہے جہاں سریت اور مشاہدات کو منصہ شہود پر آنا ضروری ہوتا ہے۔ داراشکوہ نے اس کے بعد اس سفر کی دوسری منزل سکینۃ الاولیا لکھی جس میں ان کی فکر کسی ایک دائرہ میں مرکوز ہونے کے لیے کوشاں نظر آتی ہے اور شوق کی یہی منزل ہے جہاں سے ان کو نروان کی راہ ملی۔ یہاں

داراشکوہ کو بکھر جانے اور دائرہ ہو جانے کا سبق ملا اور اُن کی تلاش مذہب اسلام کی تعلیمات سیکھنے کے بعد اپنشد اور ویدانت تک پہنچی۔ دارا شکوہ نے اپنے اس سفر شوق کے اندر نہ جانے کتنی منزلیں طے کیں۔ صوفیہ کی سوانح عمریاں اور ان کی دیگر تصنیفات جیسے حسنات العارفین اور مجمع البحرین تو اس کے صرف چند اظہار ہیں۔

سفینۃ الاولیاء میں دارا شکوہ نے چار سو سے زاید صوفیہ کی سوانح حیات لکھی ہیں۔ یہ سوانح حیات کوئی تحقیق برائے تحقیق نہیں ہیں بلکہ یہ حق کی تلاش اور روحانیت کی جستجو میں ان کی کدو کاوش ہے۔ اس کتاب میں جن شخصیات کا تذکرہ ہے وہ دراصل ان کے آئینہ میں اپنے روحانی اضطراب اور اپنی بے چینی کے لیے راہ سکون و اطمنان تلاش کرتے ہیں۔ داراشکوہ کے لیے یہ کتاب دراصل تلاش ذات کا آئینہ ہے اور اسی لیے اس میں صوفیہ کے حالات تو بہت اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور بالعموم ایسے واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو زندگی کے کسی انقلابی پہلو سے متعلق ہوں۔ مزید برآں اس کتاب میں صرف ان لوگوں کے حالات نہیں ہیں جو تصوف کے لیے معروف ہیں بلکہ اور بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت، صحابہ، ائمہ اور بزرگوں کے حالات بھی ہیں۔ یعنی داراشکوہ کے لیے روحانیت کی تلاش صرف صوفیہ کے دائرے میں محدود نہیں تھی۔ بلکہ انھوں نے ہر طرح کی عظیم شخصیات میں روحانی عظمت تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے داراشکوہ کے لیے کہ سفینۃ الاولیا دراصل سفینہ ذات کا استعارہ ہے۔ انھوں نے صوفیہ کے حالات بیان کرنے سے زیادہ اپنے احوال و واردات کو سمجھنے کی کوشش میں یہ کتاب لکھی تھی۔

سفینۃ الاولیاء میں آخری باب خواتین سے متعلق ہے۔ اس باب میں داراشکوہ نے 38 خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ اس باب کو انھوں نے مزید تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں امہات المومنین کا تذکرہ ہے۔ دوسرے حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات طاہرات کا ذکر ہے اور تیسرے حصہ میں معروف معنوں میں صوفی خواتین کا تذکرہ ہے۔

سفینۃ الاولیا کے اِس آخری حصے یعنی صوفی خواتین کے حصے میں 18 خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ داراشکوہ نے اس حصے میں ایک طرف ان بزرگ شخصیات کے ساتھ اپنی گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے دوسری طرف ان شخصیتوں میں عام انسانوں کے لیے جو اسوہ اور نمونہ ہے اس کو بھی بیان کیا ہے۔

عہد وسطی کی ایک عظیم سلطنت کے ولی عہد اور شہزادے کا صوفیہ کرام اور خواتین صوفیہ اور مقدس ہستیوں سے ایسی وابستگی اور عقیدت ایک غیر معمولی بات ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک

حقیقت ہے کہ تصوف اپنی اصل میں ایک عوامی رجحان ہے اس لیے ایک شہزادے کا اس سے دل چسپی لینا اور تصوف کو اپنی شناخت کے طور پر اختیار کرنا ان کے عوامی لگاؤ کا بھی غماز ہے۔

دارا شکوہ نے اس کتاب میں جن عظیم خواتین کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت زینب، حضرت زینب بنت جحش، حضرت سودہ، حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت حفصہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا تذکرہ ہے۔ بنات مطہرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیوں حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنھن کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ نساء عارفات کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس میں حضرت زایدہ، حضرت شعوانہ، حضرت غفیرہ، حضرت رابعہ بصریہ، حضرت نفسہ، حضرت فاطمہ، حضرت تحفہ، حضرت ام عیسیٰ، حضرت ام محمد، حضرت آمنہ الواحد، حضرت امۃ الاسلام، حضرت میمونہ الواعظ، حضرت خدیجۃ الواعظ، حضرت ام محمد، حضرت کریمہ المروزیۃ، حضرت فاطمہ الواعظ، حضرت فاطمہ اور بی بی جمال کا تذکرہ ہے۔

حضرت بی بی جمال حضرت میاں میر قادری کی ہمشیرہ تھیں، ان کا تذکرہ سکینۃ الاولیا میں بھی کیا گیا۔ مضمون تقریباً ایک ہی ہے اس لیے یہاں سکینۃ الاولیا کی عبارت نقل نہیں کی گئی ہے۔

دارا شکوہ نے اپنی یہ تصنیف سفینۃ الاولیا اپنے مزاج کے مطابق نہایت تحقیق و جستجو کے بعد لکھی ہے۔ اس کتاب کی بیشتر معلومات مستند اور معروف تذکروں سے لی گئی ہیں۔ خاص طور پر عبد الرحمن جامی کی کتاب نفحات الانس کو انھوں نے اپنا مصدر بنایا ہے جو صوفیہ کا ایک نہایت مستند تذکرہ ہے۔ خواتین صوفیہ کے تذکرہ کے لیے بھی دارا شکوہ نے بالعموم نفحات الانس ہی پر اعتماد کیا ہے۔

تصوف میں خواتین صوفیہ کی روایت تو شروع سے رہی ہے لیکن پہلے یہ روایت اتنی معروف نہیں تھی۔ عہد وسطی میں ویسے بھی خواتین کو ایک مقتدیٰ اور پیشوا یا اسوہ و نمونہ کے طور پر نہیں دیکھا جاتا تھا۔ لیکن دارا شکوہ نے خواتین کو ایک اسوہ اور مثالی شخصیات کے طور پر دیکھا۔ دارا شکوہ نے ان خواتین کے جو واقعات بیان کیے ہیں اور زندگی کے میدان میں ان کی خدمات کا ذکر کیا ہے اس سے کم از کم یہ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دارا شکوہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت ان کاموں کو انجام دے سکتی ہے۔

دارا شکوہ نے جن خواتین کا تذکرہ کیا ہے اان میں ایک حضرت شعوانہ ہیں۔ حضرت شعوانہ کے اسوہ کے ذریعے انھوں نے اس کا اثبات کیا ہے کہ عورت بھی دعوت اور وعظ و ارشاد کی عوامی خدمت انجام دے سکتی ہے۔ اس کا مقام صرف گھر کی چہار دیواری کے اندر نہیں ہے بلکہ وہ روحانیت کی

دنیا میں بھی اپنی منزل تلاش کر سکتی ہے اور اس تلاش و جستجو کے سارے تقاضے پورے کر سکتی ہے یعنی وہ مرید بھی بن سکتی ہے اور مرشد ور ہنما بھی بن سکتی ہے۔ وہ مردوں کی محفل میں وعظ بھی کہہ سکتی ہے اور خود بھی ان کی محفل میں جا سکتی ہے اور دوسرے مرد اہل اللہ بھی اس کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ سفینۃ الاولیاء میں حضرت شعوانہ (متوفی:۱۷۵ھ مطابق) کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"وہ عجم کی رہنے والی تھیں۔ ابلہ میں قیام پذیر تھیں۔ خوش آواز تھیں اور وعظ بھی بہت اچھا کہتی تھیں۔ عابد، زاہد اور عارف ان کی مجلس میں آتے تھے۔ چونکہ وہ بہت روتی تھیں اس لیے لوگ ان سے کہتے تھے کہ آپ کے رونے سے خطرہ ہے کہ آپ اندھی نہ ہو جائیں۔ آپ فرماتی کہ دنیا میں اندھا ہونا اس سے بہتر ہے کہ آخرت میں عذاب آخرت کے ذریعہ اندھی ہو جاؤں ان کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ کوئی آنکھ محبوب کے دیدار کی مشتاق ہو اور اس میں آنسو نہ ہوں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت فضیل بن عیاض بھی ان کی خدمت میں آتے اور ان سے دعا کے لیے کہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فضیل نے دعا کے لیے کہا تو انھوں نے فرمایا کہ کیا آپ کے اور خدا کے درمیان کوئی ایسا تعلق ہے کہ میں آپ کے لیے دعا کروں اور وہ قبول ہو جائے؟ حضرت فضیل یہ سن کر چیخ پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔"(۱)

اسی طرح ایک اور عظیم خاتون حضرت رابعہ بصریہ گزریں ہیں۔ حضرت رابعہ کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ جب بھی تصوف کے حوالے سے خواتین کا ذکر ہوتا ہے تو سب سے پہلے ان کا ہی نام ذہن میں آتا ہے۔ ان کے بارے میں دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ:

"ابو سفیان ثوری (بہت بڑے محدث اور فقیہ) ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور ان سے دعا کرانے کے امیدوار رہتے تھے۔" انہی کے بارے میں لکھا ہے کہ "ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اس نے دیکھا کہ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کے خدام تو کثرت سے ہیں کسی کو حکم دیجیے آپ کے لیے اچھے کپڑے فراہم کر دے۔ حضرت رابعہ نے جواب دیا کہ مجھے غیر سے سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

حضرت رابعہ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو بڑی تعداد میں صوفیہ، علما اور مشائخ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اب آپ لوگ باہر چلے جائیں اللہ کے فرستادے آرہے ہیں۔ چناں چہ لوگ باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے قرآن کی ایک آیت پڑھنے کی آواز آئی جس کا مطلب ہے 'اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی

طرف لوٹ جا اس حال میں کہ خدا تجھ سے راضی ہے اور تو خدا سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا'۔ جب لوگوں نے یہ آواز سنی تو اندر گئے لیکن اس وقت تک حضرت رابعہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ (۲)

ایک عظیم صوفی اور محدث خاتون حضرت نفسہ تھیں۔ دارا شکوہ نے ان کے ذکر میں ان کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: وہ حدیث کی بہت بڑی امام تھیں اور ان کے زمانے کے بڑے بڑے علما بھی ان سے حدیث پڑھنے جاتے تھے۔ فقہ کے چار اماموں میں سے ایک امام یعنی حضرت امام شافعی بھی جب مصر گئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث پڑھی۔ وہ مصر میں اتنی مقبول شخصیت تھیں کہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر نے خواہش کی کہ ان کی میت کو مدینہ لا کر دفن کریں، لیکن اہل مصر نے جمع ہو کر ان سے درخواست کی اور ان کو راضی کیا کہ اس عظیم محدثہ کا جنازہ مصر میں ہی دفن کیا جائے۔ ان کا انتقال ۲۰۸ھ میں رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا تھا۔ (۳)

دارا شکوہ کے اس واقعہ کے اندراج سے دو باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں کہ ایک یہ کہ ان کی نظر میں ایک عورت اتنی عظیم محدثہ ہو سکتی ہے کہ اپنے وقت کا امام بھی ان کا شاگرد ہو۔ دوسری بات یہ کہ وہ عورت ہونے کے باوجود مردوں کو پڑھاتی تھیں اور عوام میں میں اتنی مقبول تھیں کہ لوگوں نے ان کے جنازے کو مصر کے باہر نہیں جانے دیا۔ گویا وہ ہر دور کی عورتوں کے لیے ایک نمونہ تھیں۔

دارا شکوہ نے حضرت تحفہ کے حالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ حضرت تحفہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حضرت سری السقطی کے عہد میں تھی اور وہ باندی تھیں۔ عشق الٰہی میں دیوانی ہو گئی تھیں اس لیے ان کا مالک ان کو باندھ کر رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ادھر سے سری السقطی کا گزر ہوا، حضرت سری سے اس کی گفتگو ہوئی۔ حضرت سری کو ان کے مقامات کا احساس ہوا تو حضرت سری نے اپنے دوست کے ذریعہ اس کو خرید کر آزاد کرنا چاہا لیکن اس دوران خود مالک کو بھی ان کے مقامات کا احساس ہو گیا تھا اس لیے اس نے خود ہی ان کو آزاد کر دیا تھا اور وہ ان سے اتنا متاثر ہو گیا تھا کہ اس نے اپنا گھر بار، مال و دولت سب غریبوں میں تقسیم کر دیا اور خود بھی تصوف کا راستہ اختیار کر لیا۔ (۴)

حضرت فاطمہ نیشاپوری بھی اپنے وقت کی ایک عظیم صوفی اور عالم گزری ہیں۔ ان کے بارے میں بھی دارا شکوہ نے بڑے تعریفی کلمات لکھے ہیں وہ قرآن کی بھی بڑی عالم تھیں اور تفسیر قرآن کا درس دیا کرتی تھیں۔ ان کا تفسیر بیان کرنے کا انداز بہت اچھا تھا ان کے تفسیر کے درس میں مرد اور عورت دونوں شریک ہوتے تھے۔ ان کے عہد کے بڑے بڑے صوفیہ بھی ان کی تعریف کرتے

تھے۔ اپنے دور کے ایک بڑے جید عالم اور صوفی حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا گیا کہ آج کے زمانے میں سب سے بڑے بزرگ کون ہیں ؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں فاطمہ نیشاپوری ہیں، وہ قرآن کی تفسیر اس طرح بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان پر رشک آتا ہے۔ ‘حضرت فاطمہ کے بارے میں حضرت بایزید بسطامی فرماتے تھے کہ ہمارے زمانے میں حضرت فاطمہ سے بڑھ کر کوئی بزرگ نہیں ہے وہ بڑی عظیم اور صاحب کمالات خاتون ہیں۔‘(۵)

دارا شکوہ نے ایک ایسی صوفی خاتون کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قانون اور فقہ کی ماہر تھیں اور باضابطہ فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ ان کا نام ام عیسیٰ تھا۔ ان کے بارے لکھا ہے کہ ’حضرت ام عیسیٰ بڑی عارفہ تھیں اور فقہ کی ماہر تھیں۔ ان کا انتقال ۳۲۸ میں ہوا۔‘(۶)

ایک اور خاتون صوفی جن کا نام ستیتہ تھا ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ حضرت ستیتہ ام احد کے نام سے مشہور تھیں۔ وہ فقہ اور ریاضی یعنی میتھ میٹکس کی ماہر تھیں علم میراث میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ یعنی وہ علم دین اور علم دنیا دونوں میں مہارت رکھتی تھیں۔ ۳۷۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(۷)

دارا شکوہ نے ایک اور صوفی خاتون امۃ الاسلام کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خود تو محمد بن اسمٰعیل بصلانی کی شاگرد تھیں اور حضرت تنوخی، حضرت زاہدی اور حضرت ابو علی ان کے شاگرد تھے۔(۸) یعنی انھوں نے ایک مرد سے علم حاصل کیا تھا اور متعدد مردوں نے ان کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا تھا۔

بعض اور بھی صوفی خواتین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یا تو مرد صوفیہ کی مرید تھیں یا مرد صوفیہ ان کے مرید تھے۔ اسی طرح بعض صوفی خواتین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عوامی مقامات پر تقریریں کرتی تھیں اور وعظ کہا کرتی تھیں۔ اسی طرح بعض صوفی خواتین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عوامی جگہوں پر اشعار گاتی تھیں اور لوگ ان کو سنتے تھے۔ راہ سلوک کے ماہرین اور عارفین پر ان اشعار کے اثرات بھی ہوتے تھے۔ یہ اشعار عام طور پر عشق الٰہی کی کیفیات سے سرشار ہوتے تھے۔(۹)

دارا شکوہ نے عہد وسطیٰ کے معاشرے میں حضرت شعوانہ اور اس دور کی دیگر صوفی خواتین کے جو حالات لکھے ہیں وہ ان کی نظر میں نسائی جہت کے نئے گوشوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ صوفی خواتین کی مجلس میں مرد صوفیہ کا آنا، ان کا وعظ سننا، ان سے دعا کی درخواست کرنا اور ان کے ملفوظات کو نقل کرنا، یہ بغیر اختلاط کے نہیں ہو سکتا اور دارا شکوہ کے عہد میں یہ اختلاط کسی مقام پر ممکن نہیں تھا۔

داراشکوہ نے اس طرح کئی خواتین کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے وقت کی جید عالم اور صوفی تھیں ان کے فضل و کمال کو سب تسلیم کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ ایسی تھیں جو باضابطہ مردوں سے مرید تھیں اور کچھ ایسی تھیں جن کے مرید بھی مرد تھے۔ کچھ ایسی بھی تھیں جو صرف عورتوں میں ہی کام کرتی تھیں۔ غرض داراشکوہ نے اس کتاب کے اندر یہ بتایا ہے کہ عہد وسطی میں بھی خواتین کا معاشرے میں ایک مستقل کردار تھا۔

سفینۃ الاولیا میں داراشکوہ نے جس طرح مرد حضرات میں روحانی عظمت کی روایت کو عہد نبوی سے لے کر اپنے زمانے تک لکھا ہے اسی طرح خواتین کی روحانی عظمت کی روایت کو بھی عہد نبوی سے لے کر اپنے زمانے تک لکھا ہے یعنی ان کی نظر میں خواتین کی عظمت محض کوئی تاریخی کردار نہیں تھیں تھا بلکہ معاشرے کا جزو لاینفک تھا اور تاریخ کے پورے دورانیے میں جاری رہا۔ حتیٰ کے اس کتاب کی تصنیف کے وقت میں بھی حضرت میاں میر کی ہمشیرہ حضرت بی بی جمال اس گروہ کی نمائندگی کرتی تھیں۔

داراشکوہ نے اس کتاب کے آخر میں اپنے روحانی مرشد حضرت میاں میر قادری کی بہن بی بی جمال کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت بی بی جمال کی کچھ کرامات کا ہی ذکر ہے۔ ان کی خدمات کا زیادہ تذکرہ نہیں کیا۔ حضرت بی بی جمال ۱۰۴۹ھ یعنی اس کتاب کے لکھے جانے تک باحیات تھیں۔ (۱۰)

داراشکوہ نے اس کتاب میں ایک اہم کام یہ کیا ہے کہ اکثر خواتین کی تاریخ وفات بھی دی ہے۔ اس سے ان کے زمانے کا تعین آسان ہو جاتا ہے۔ ابو عبد الرحمن السلمی نے بھی تاریخ وفات کا زیادہ اہتمام نہیں کیا ہے۔ البتہ علامہ جامی بعض خواتین کی تاریخ وفات دیتے ہیں۔

داراشکوہ نے صوفی خواتین کا تذکرہ لکھ کر ایک اہم خدمت انجام دی ہے انھوں نے اس کتاب کے ذریعے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ خواتین کے لیے جس طرح روحانی عظمت کا حصول ایک تاریخی روایت ہے یعنی عہد نبوی سے قائم ہے اسی طرح اس کے مواقع آج بھی موجود ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

١۔ داراشکوہ: سفینۃ الاولیا، مطبع نامی، نول کشور، کان پور، طبع ١٩٠٠ص:٢٠٧

٢۔ ایضاً

٣۔ ایضاً، ص:٢٠٩

٤۔ ایضاً، ص:٢٠٩۔٢١٢

٥۔ ایضاً، ص:٢٠٩

٦۔ ایضاً، ص:٢١٢۔٢١٣

٧۔ ایضاً، ص:٢١٣

٨۔ ایضاً

٩۔ ایضاً، ص:٢١٤

١٠۔ ایضاً، ص:٢١٥